June 2004

اداریہ — موت سے بے خبر.... یا ہر وقت چوکس.... فیصلہ خود کیجیے — از مدیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

وعلی الہ واصحابہ واتباعہ اجمعین

نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ اے عزرائیل (علیہ السلام) آنے سے پہلے پیغام تو بھیج دیا کرو متنبہ کیے (نوٹس دیئے) بغیر جان نکالنے آجاتے ہو۔ عزرائیل علیہ السلام نے فرمایا کہ اے اللہ کے محبوب پیغام (نوٹس) تو بہت بھیجتے ہیں لوگ توجہ نہیں کرتے مثلاً بال سفید ہونا' دانتوں میں کیڑا لگنا' بینائی کا کم ہونا اور لمبی لمبی بیماریاں (بلڈ پریشر' شوگر وغیرہ) آنا یہ سب آگاہی اور نوٹس ہی تو ہیں۔ (انتھی) مزید ہمیں نوٹس' خواب یا پیغام نہیں آئیگا اس لیے ہمیں ہر وقت موت کے لیے تیار رہنا چاہیے جبکہ ہماری عمریں بھی بہت تھوڑی ہیں۔ ایک خاتون آئی موسیٰ علیہ السلام کے پاس کہ حضرت دُعا فرما دیجیے میرے بیٹے بچپن میں ہی مر جاتے ہیں لمبی عمر پائیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کہ کتنی عمر کے مرتے ہیں اس نے کہا کہ کوئی سو سال کا کوئی دو سو سال کا ہو کر مر جاتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک امت (آخری) آنے والی ہے اس کی کل عمر اوسطاً ساٹھ سے ستر سال کے درمیان ہوگی وہ عورت حیران ہو کر پوچھنے لگی کہ وہ پکے مکانات' کاروبار میں مصروف ہوں گے؟ فرمایا ہاں سب کچھ کریں گے کہنے لگی اے کاش مجھے اس امت کی عمر مل جائے تو میں ساری عمر ایک سجدہ میں گذار دوں۔ (انتھی)۔ اس عورت کے نزدیک ستر سال کی زندگی ایک معمولی سی (چونگا) ہے جس طرح ہم اپنی زندگی میں کبھی ایک رات جاگ کر عبادت کرلیں' تو بہر حال ہمیں یقین ہے کہ موت آنی ہے پھر موت کے لیے تیاری نہیں کرتے۔ امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اے دوست کیا خبر تیرا کفن بازار (مارکیٹ) میں آچکا ہو۔ مطلب یہ ہے کہ ہمیں ہر وقت چوکس اور تیار رہنا چاہیے کسی بھول اور غفلت میں نہ رہنا چاہیے۔ موت کی تیاری یہ ہے کہ قصداً کوئی گناہ نہ کریں ضروریات دین معلوم کر کے عمل کرتے جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں غفلت اور گناہ کی حالت میں مرنے سے بچائیں اور خاتمہ ایمان پر فرمائیں۔ آمین ثم آمین یارب العلمین وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد والہ واصحابہ واتباعہ اجمعین۔

فہم قرآن

منافق کی نشانیاں

شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا
محمد سرفراز خان صفدر
صاحب دامت برکاتہم
گکھڑ (گوجرانوالہ)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَبِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَاھُمْ بِمُؤْمِنِیْنَ ۝

اور لوگوں میں سے بعض وہ ہیں جو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اللہ پر اور آخرت کے دن پر اور نہیں ہیں وہ ایمان لانے والے۔

سورۃ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ سے ہدایت کا سوال تھا اِھْدِنَا اور سورۃ بقرہ میں اس دُعا کی منظوری ہوگئی کہ جو ہدایت تم مانگتے ہو لو وہ ہدایت ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَارَیْبَ فِیْہِ ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ حدایت نامہ ہم نے تمھیں دے دیا ہے اس ہدایت کے قبول یا نہ قبول کرنے کے بارے میں تین گروہ تھے۔ پہلے گروہ نے ہدایت نامے کو دل اور زبان سے تسلیم کیا جن کا ذکر اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ تک ہے۔

دوسرے گروہ نے نہ دل سے نہ زبان سے تسلیم کیا ان کا ذکر اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سے عَذَابٌ عَظِیْمٌ تک ہے۔

تیسرا گروہ جس نے زبان سے ماننے کا دعویٰ کیا مگر دل میں ایمان نہیں ہے جس کو شریعت کی اصطلاح میں منافق کہتے ہیں۔

فقہاء ومحدثین ومفسرین کرام رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نفاق کی دو قسمیں ہیں ایک منافقت ہے اعتقادی' عقیدے کے اعتبار سے منافق ہوتا ہے یہ منافق وہ ہوتا ہے جس کے دل میں ایمان بالکل نہیں ہوتا بلکہ لوگوں کو دھوکا دینے کے لیے کہتا ہے کہ میں مومن ہوں ایسا منافق کافروں اور مشرکوں سے بھی بدتر اور خطرناک ہوتا ہے اس کا خطرہ بہت زیادہ ہے اس واسطے اس کی سزا بھی سب سے زیادہ سخت ہوگی جہنم کا جو سب سے نچلا طبقہ ہے جہاں سب سے زیادہ عذاب ہوگا وہاں یہ منافق ہوگا۔ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ بے شک منافق اس طبقے میں ہوں گے جو سب سے نیچے اور زیادہ سزا والا طبقہ ہے۔ دوسرے منافق ہیں عملی' عملی منافق اسے کہتے ہیں کہ دل میں ایمان ہے لیکن عمل منافقوں والے کرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو عملی منافق ہیں ان کی چار علامتیں ہیں جس میں ایک علامت پائی گئی تو وہ ایک درجہ کا منافق ہوگا جس میں تین چیزیں پائی گئیں وہ تین درجوں کا منافق ہوگا اور جس میں چار چیزیں پائی گئیں کَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا وہ پکا منافق ہے۔ پہلی کیا چیز ہے۔ اِذَا حَدَّثَ کَذَبَ منافق کی پہلی نشانی یہ ہے کہ بات جھوٹی کرتا ہے۔ اگر ہم جھوٹ بولتے ہیں تو اگرچہ قرار نہ کریں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے سچا ہے ایسی حالت میں

اپنے آپ کو عملی منافق سمجھنا چاہیے ہمیں چونکہ عادت ہے جھوٹ بولنے کی جھوٹ سے ہمیں کوئی نفرت نہیں ہونٹوں کے پاس فرشتے ہوتے ہیں کوئی درود شریف پہنچانے کے لیے کوئی تسبیح وغیرہ پہنچانے کے لیے مگر جھوٹ کی ایسی بدبو آتی ہے کہ فرشتے ایک میل دور بھاگتے ہیں اس لیے جھوٹ سے بچنا چاہیے۔ دوسری نشانی ہے اِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ جب وعدہ کرتا ہے تو وعدہ خلافی کرتا ہے۔ وَاِذَا عَاهَدَ غَدَرَ وہ معاہدہ کرتا ہے تو پھر غداری کرتا ہے۔ جب کسی شخص سے انفرادی طور پر وعدہ ہو تو اسکو وعدہ کہتے ہیں اجتماعی شکل میں قومی یا حکومتی سطح پر جو بات ہوئے معاہدہ کہتے ہیں۔ تیسری علامت ہے اِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ جب اسکے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے گا۔ چوتھی علامت اِذَا خَاصَمَ فَجَرَ جب کسی سے جھگڑتا ہے تو گالیاں دیتا ہے۔ ہنسی مذاق میں بھی جھوٹ بولنا، وعدہ خلافی کرنا، خیانت کرنا، گالیاں دینا منع ہے۔ اگر یہ چاروں چیزیں کسی بدبخت میں پائی جائیں تو پکا منافق ہے قرآن پاک میں منافقوں کی علامت اللہ تعالیٰ نے بتائی ہیں۔ ایک یہ کہ اِذَا قَامُوْآ اِلَی الصَّلٰوۃِ قَامُوْا کُسَالٰی جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو سستی کرتے ہیں۔ وَلَا یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ اِلَّا قَلِیْلًا اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت کم کرتے ہیں۔ ناولوں اور کھیلوں کے پیچھے پڑے رہتے ہیں یہ موٹی موٹی علامتیں منافق کی بیان کی گئی ہیں اپنے گریبان میں جھانک کر کے دیکھو اللہ کرے کہ ہم میں یہ علامتی نہ ہوں۔ آمین

کلام اللہ کے ادب کرنے پر انعام

بشر بن الحارث رحمہ اللہ تعالیٰ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت! لوگ آپ کی بہت زیادہ عزت کرتے ہیں اور آپ کا نام یوں احترام و اکرام سے لیا جاتا ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام مبارک ہو۔ اس کا سبب کیا ہے؟ بشر رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ سب اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے۔ پھر فرمایا کہ میں پہلے بڑا گنہگار انسان تھا۔ ایک مرتبہ میں نے راستے میں کاغذ کا ایک ٹکڑا پڑا ہوا دیکھا میں نے اسے اٹھا کر دیکھا تو اس پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھی ہوئی تھی۔ میں نے اس پر لگی ہوئی گرد وغبار کو صاف کر کے اسے اپنی جیب میں رکھ لیا۔ اس وقت میرے پاس دو درہم تھے ان کے علاوہ میں کسی چیز کا مالک نہ تھا میں نے عطر فروش سے نہایت قیمتی اور اعلیٰ قسم کا عطر خریدا اور اس کاغذ کے ٹکڑے کو جس پر بسم اللہ درج تھی عطر لگا کر رات کو سو گیا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا اللہ تعالیٰ مجھ سے مخاطب ہو کر یوں ارشاد فرما رہے ہیں:

''اے بشر! تم نے میرے نام کو خوشبو لگائی اس لیے میں تمہارے نام کو دنیا و آخرت میں معظم و محترم کروں گا''۔ (گلستان قناعت)

سلسلہ نمبر 7

علم حدیث

حدیث کی کتابوں کے پانچ درجے

حضرت مولانا
صوفی محمد سرور صاحب مدظلہم
شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور
صدر جامعہ عبداللہ بن عمر لاہور

1- پہلا درجہ دوسری ہجری صدی کے شروع میں مانا گیا ہے اس زمانہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے دو حضرات نے حدیثوں کو کتاب کی شکل میں مرتب فرمایا اس سے پہلے ہر حدیث الگ الگ یاد رکھی جاتی تھی یا کسی کاغذ پر لکھی جاتی تھی۔ کتاب کی شکل دینے والے ایک حضرت ابن شہاب زھری ہیں رحمہ اللہ تعالیٰ دوسرے حضرت ابن حزم ہیں رحمہ اللہ تعالیٰ پہلے حضرت ابن شہاب رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب تیار فرمائی چنانچہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

اَوَّلُ جَامِعِ الْحَدِیْثِ وَالْاَثَرِ
اِبْنُ شِھَابٍ اٰمِرٌلَہٗ عُمَرُ

کہ سب سے پہلے حدیث اور قول صحابہ کو جمع کرنے والے ابن شہاب رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں جن کو حضرت عمر رحمہ اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا تھا۔

2- دوسرا درجہ دوسری ہجری صدی کے درمیان کا زمانہ مانا گیا ہے اس میں امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت عبداللہ بن المبارک رحمہ اللہ تعالیٰ اور دیگر محدثین نے ایسی حدیث کی کتابیں تیار کیں جن میں الگ الگ نماز کا باب زکوٰۃ کا باب روزے کا باب وغیرہ بنائے۔

3- تیسرا درجہ تیسری ہجری صدی کے شروع کا زمانہ مانا گیا ہے جس میں امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور دیگر حضرات نے بہت بڑی بڑی حدیث کی کتابیں تیار فرمائیں۔

4- چوتھا درجہ تیسری ہجری صدی کے درمیان کا زمانہ مانا گیا ہے جس میں امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ اور دیگر حضرات نے صرف نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اپنے قول، فعل اور تقریر کو چن چن کر جمع فرمایا حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور حضرات تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ کے ارشادات ان میں شامل نہ کیے "تقریر کے معنی" ہیں کہ آپ کے سامنے کوئی کام ہوا آپ نے انکار نہ فرمایا۔ "تابعین" صحابہ کو دیکھنے والے حضرات کو کہتے ہیں۔

5- پانچواں درجہ ان چار درجوں کی کتابوں سے ہی لے کر کتابیں لکھی جاتی ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں حدیث سمجھنے کی اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمادیں۔ واخر دعونا ان الحمدللّٰہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی رسولہ الکریم وعلی الہ واصحابہ واتباعہ اجمعین۔

کیا یہ..... بھی غیبت میں داخل ہے.....؟

جناب علی بہادر صاحب
بنوں

تیسری قسط

حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے (غیبت کرنا متوفی مسلمان کا گوشت ہی کھانا ہے)۔"متوفی کے معنی" وہ یہ سمجھتا ہے کہ جیسے مردہ کو تکلیف کا احساس نہیں ہوتا۔ایسے ہی ہے جس کی غیبت کی جائے اسے بھی تکلیف کا احساس نہیں ہوتا۔پس اس سے پرہیز کرو۔حدیث میں جو آیا ہے کہ غیبت زنا سے بھی سخت تر ہے۔(ابن ابی الدنیا) اس لیے کہ زنا حق اللہ ہے اور غیبت حق العبد۔رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ شب معراج میں میرا گزر ایسی جماعت پر ہوا جو اپنے منہ اپنے ناخن سے نوچ رہے تھے یہ لوگ غیبت کیا کرتے تھے کسی مسلمان کے پیٹھ پیچھے اس کے متعلق کوئی واقعی بات ایسی ذکر کرنا کہ اگر وہ سنے۔تو اس کو ناگوار گزرے۔غیبت کہلاتی ہے۔ مثلاً کسی کو بیوقوف یا کم عقل کہنا یا کسی کے حسب و نسب میں نقصان نکالنا۔یا کسی کی حرکت یا مکان یا مویشی یا لباس۔غرض جس شئے سے بھی اس کا تعلق ہو۔اس کا کوئی عیب ایسا بیان کرنا جس کا سننا اسے ناگوار گزرے۔خواہ زبان سے ظاہر کی جائے یا اشاروں سے یا ہاتھ سے یا آنکھ کے اشارے سے یا نقل اتاری جائے یہ سب غیبت میں داخل ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک موقع پر کسی عورت کا ٹھگنا ہونا ہاتھ کے اشارے سے ظاہر کیا۔اور یوں کہایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ عورت جو آتی ہی ہے۔اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تم نے اس کی غیبت کی ہے۔سب سے بدتر غیبت وہ ہے جو آج دیندار لوگ کر رہے ہیں۔ کیونکہ وہ غیبتیں کرتے ہیں اور اپنے آپ کو نیک سمجھتے ہیں۔ان کی غیبتیں بھی نرالے انداز کی ہوتی ہیں۔مثلاً مجمع میں کہنے لگے۔اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہم کو امیروں کے دروازوں پر جانے سے بچا رکھا ہے۔ایسی بے حیائی سے خدا اپنا ہ میں رکھے۔اس کلمہ سے جو کچھ ان کا مقصود ہے وہ ظاہر ہے کہ امراء کے پاس بیٹھنے والے مولویوں پر طعن کرنا اور ان کو بے حیاء کہنا منظور ہے۔وہ اپنا تقویٰ ظاہر کر رہے ہیں اور حقیقت میں ریاکاری کا گناہ کمار ہے ہیں۔

اسی طرح مثلاً کہنے لگے کہ فلاں شخص کی بڑی اچھی حالت ہے اگر اس میں دنیا کا حرص نہ ہوتا۔اس فقرہ سے بھی جو کچھ مقصود ہے اس کا بے صبر ہونا ظاہر کرتے ہیں اور حرص کا لفظ اس لیے استعمال کرتے ہیں۔کہ سننے والے اس کو متواضع سمجھے۔اور یہی غیبت ہے اور ساتھ ہی ریاکاری بھی ہے۔زیادہ تعجب یہ ہے کہ یہ حضرات غیبت کرتے ہیں اور اپنے آپ کو غیبت سے محفوظ اور پارسا سمجھتے ہیں۔

تبلیغ دین امام غزالی رحمہ اللہ علیہ صفحہ نمبر ۹۰۔۹۱

قسط نمبر 1

حالات و کمالات حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب نور اللہ مرقدہٗ

از حضرت اقدس مولانا صوفی محمد سرور صاحب دامت برکاتہم

ترتیب
مولانا محمد نوید خان صاحب
مدرس جامعہ عبداللہ بن عمر لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم و علی الہ واصحابہ و اتباعہ اجمعین' اما بعد

فنا فی الشیخ ہونے کی شان:

سب سے اہم چیز جو احقر نے خود حضرت رحمۃ اللہ علیہ میں محسوس کی وہ حضرت کا فناء فی الشیخ ہونا تھا کہ بات بات پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنے شیخ طریقت ہادی ملت حکیم الامت کا ذکر فرماتے تھے۔ اور ذکر شیخ کے وقت حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر ایک وجد کی سی کیفیت طاری ہوتی تھی اور بار بار زبان مبارک پر جھوم جھوم کر یہ الفاظ لایا کرتے تھے ''حضرت تو عجیب تھے' عجیب و غریب تھے' حضرت کی ہر چیز عجیب تھی'' اور فرمایا کرتے تھے کہ ''جس نے حضرت کو دیکھا نہیں پس وہ بھلا کتابوں سے حضرت کو کیا سمجھے گا کتابوں میں حضرت کیسے آ سکتے ہیں''۔

احقر کاتب الحروف عرض کرتا ہے کہ احقر نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعدد خلفاء حضرات کی زیارت کی ہے اور کثرت سے آنا جانا اور طویل مجالس کے موقعے دستیاب ہوئے ہیں اور حق تعالیٰ کی نوازش و عنایت ہے کہ مجدد ملت کے خلفاء ورثاء کی زیارت و مجالست کا شرف عالی نصیب فرمایا سب حضرات اپنے اپنے مقام پر ایک بہت ہی امتیازی شان رکھتے ہیں اور جامع الکمالات اور منبع فیوض ہیں اور امت مرحومہ کے لیے راہ ہدایت کے درخشاں ستارے ہیں اور اس قابل ہیں کہ اہل زمانہ ان کے پاؤں دھو کر پئیں اور ان کی زیارت کو ایمان کی ترقی کا سبب سمجھیں اور اصلاح ظاہر و باطن میں ان سے استفادہ کو غنیمت جانیں اس کے باوجود شان عشق شیخ کی اور فناء فی الشیخ کی احقر نے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں محسوس کی احقر نے کسی اور جگہ محسوس نہ کی۔ یہ احساس اگر صرف احقر ہی کا ہوتا یا صرف حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خدام ہی کا ہوتا تو ہو سکتا تھا کہ اپنی طبعی حب الشیخ کی وجہ سے یہ احساس شمار کیا جاتا لیکن حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے دیگر متعلقین و مستفیدین حضرات جو حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اصلاح باطن کا تعلق نہیں رکھتے تھے ان کی زبانی بھی احقر نے سنا ہے کہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس کی عجیب شان تھی اور بار بار تھانہ بھون ہی بجتی تھی اور تھوڑے تھوڑے وقفے پر حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس مبارک میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا عاشقانہ تذکرہ ہوتا تھا گویا حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا فناء فی الشیخ ہونا سب حضرات کے نزدیک مسلم

ہے صرف احقر ہی کا احساس نہیں ہے۔
ع میں تو دیوانہ تھا ساری خلق دیوانی نہ تھی
بعض دفعہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے کہ "حضرت کی آنکھیں کتنی خوبصورت تھیں حضرت کی آنکھیں ایسی تھیں جیسے نیل گائے کی آنکھیں"۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کرنے والے بعض حضرات سے فرماتے "تم نے حضرت جیسا کوئی دیکھا حضرت کتنے خوبصورت تھے"۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے امرتسر تشریف لانے کا واقعہ بار بار بیان فرماتے تھے کہ تھانہ بھون سے مجھے اطلاع آئی کہ فلاں گاڑی پر حضرت لاہور تشریف لا رہے ہیں کسی کو اطلاع نہ دی جاوے، حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اس ٹانگ کی تکلیف کی وجہ سے مجھے بہت نفع ہوا۔ یعنی معذور ہونے کی وجہ سے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے ملنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

لاہور میں ڈاکٹر عزیز جلال الدین کے ہاں قیام فرمایا اور نماز کے بعد حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کچھ مسائل طے کرنے ہیں اور اپنے ہمراہیوں سے ایک ایک کر کے دریافت فرمانا شروع کیا کہ تم کہاں قیام کرو گے؟ احقر کاتب الحروف عرض کرتا ہے کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے عملی طور پر موجودہ بعض مشائخ کی ایک بڑی غلطی کا اس عمل سے رد فرمایا کہ ایک پیر صاحب کی دعوت ہو تو بیس مرید بلا دعوت آموجود ہوتے ہیں بیچارہ میزبان بازار سے فوری طور پر چیزیں خرید کر بروقت پورا کرتا ہے تو مفت خورے مریدین اسے اپنے پیر کی کرامت سمجھتے ہیں کہ تھوڑا کھانا زیادہ آدمیوں کو پورا ہوگیا۔

اسی طرح عملی طور پر پردہ کی پابندی کا بھی حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ پورا اہتمام فرماتے تھے اور سفر و حضر میں کسی عورت کو بے پردہ پاس بیٹھنے کی اجازت نہ تھی۔ آجکل کے بہت سے پیر اپنی عورتوں سے پردہ نہیں کرواتے۔ احقر کاتب الحروف کے سامنے ایک مشہور پیر صاحب نے ایک عالم سے اپنا حال بیان کیا کہ میں کیا کروں کہ سادات کی مستورات بھی میرے سامنے بے حجاب آجاتی ہیں احقر کاتب الحروف عرض کرتا ہے کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک صاحب نے لکھا کہ میری بیوی ایسے پیر صاحب سے مرید ہے جو پردہ نہیں کرواتا فرمایا کہ وہ کتا اور کتیا ہے۔

بہر حال حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے عملی طور پر اس رسم کو توڑا کہ پیر صاحب کے ساتھ بہت سے مرید بھی بن بلائے مہمان بن جاتے ہیں احقر کاتب الحروف کے استاد حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے ایک مشہور شیخ کی دعوت کی اور ساتھ یہ پیغام بھی بھیجا کہ آپ کی دعوت ہے سب مریدوں کی دعوت نہیں ہے۔ (جاری ہے)

اولیاء اللہ کے اخلاق واقوال

ترکِ حسد

از مولانا عبدالرحمٰن صاحب
مدرس جامعہ اشرفیہ جامعہ عبداللہ بن عمر

حسد کے معنی ہیں کہ کسی مسلمان بھائی کی کوئی نعمت دیکھ کر جلنا اور یہ خواہش کرنا کہ یہ اس سے ختم ہوکر مجھے مل جائے۔ اُس کے پاس یہ نعمت کیوں ہے؟ یہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر اعتراض ہے کیونکہ نعمت تو اللہ تعالیٰ عطا فرماتے ہیں اور یہ حسد اخلاق رذیلہ میں سے ہے۔ اور کبیرہ گناہ ہے اس سے بچنا نہایت ضروری ہے البتہ اگر کسی مسلمان بھائی کے پاس نعمت صفت یا عہدہ اور سہولت دیکھ کر یہ خواہش کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی اس جیسی نعمت عطا فرمادیں اور اس مسلمان بھائی کے پاس بھی رہے اُس کے پاس سے ختم نہ ہو۔ تو اس کو غبطہ (رشک) کہتے ہیں یہ ناجائز نہیں ہے یہ اچھے اور نیک کاموں میں ہوسکتا ہے سلف صالحین کے اخلاق میں سے یہ ہے کہ وہ کسی مسلمان سے حسد نہ کرتے اور ہر مسلمان کو شرعی طریقہ سے نصیحت کرتے اور یہی وجہ ہے کہ وہ لوگوں کے سردار ہوتے تھے اور اگر ان کو کسی کے ساتھ حسد یا کینہ ہوتا تو وہ کبھی سردار نہ ہوتے۔ اور نہ بادشاہ ان کے قدموں کو بوسہ دیتے۔

حسد نیکیوں کو کھا جاتا ہے :
حدیث شریف میں ہے اِنَّ الْحَسَدَ یَأْکُلُ الْحَسَنَاتِ کَمَا تَأْکُلُ النَّارُ الْحَطَبَ (ابوداؤد) (حسد نیکیوں کو ایسے کھاتا ہے جیسے لکڑیوں کو آگ کھا جاتی ہے)۔

سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے تھے :
حاسد بدفہم ہوتا ہے جو شخص خوش فہمی کا خواہش مند ہو اس کو کسی پر حسد نہ کرنا چاہیے۔ میں نے کئی دفعہ نئے کپڑے اس خوف سے پہننے چھوڑ دیئے کہ میرے ہمسائے وغیرہ کو حسد نہ ہوجائے۔

وھب ابن منبہ رحمہ اللہ فرماتے تھے : کہ حسد سے بچو کیونکہ آسمانوں میں سب سے پہلے اسی گناہ سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوئی ہے اور یہی گناہ ہے جس سے زمین میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوئی۔

میمون مھران رحمہ اللہ : فرماتے تھے اگر تو حاسد کی شرارت سے بچنا چاہے تو اس سے اپنا کام مخفی رکھ۔

محمد بن سیرین رحمہ اللہ فرماتے تھے میں نے کسی کے دین یا دنیا پر کبھی

حسد نہیں کیا اور یہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہے۔

حاسد کی علامت: ابن سماک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں حاسد کی علامت یہ ہے کہ وہ طمع کی وجہ سے تیرے قریب ہوتا ہے لیکن اپنی بدخلقی اُسے تجھ سے دور کرتی ہے۔

تمام لوگوں سے زیادہ حسد کرنے والے اقرباء اور ہمسائے ہوتے ہیں کیونکہ وہ انعامات دیکھتے ہیں اور اُن پر حسد کرتے ہیں۔ بخلاف ان لوگوں کے کہ جو دور رہوں۔ اسی لیے امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا کہ قرابت داروں کو کہہ دو کہ کبھی کبھی مل لیا کریں لیکن پاس پاس نہ رہیں۔

پس اے دوست! تو اپنے نفس کی تفتیش کر اور غور کر کہ تو اپنے مسلمان بھائیوں کے انعامات پر جو کہ اللہ تعالیٰ نے اُن پر کیے ہیں حسد تو نہیں کرتا۔

اور اس کے لیے فکر کرنی چاہیے اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں تمام روحانی بیماریوں سے نجات عطا فرمائیں۔ اور ہمارے دلوں کو اخلاق حسنہ سے مزین فرمائیں۔

آمین ثم آمین

کلام اللہ کا ادب

روایت ہے کہ منصور بن عمار واعظ رحمہ اللہ تعالیٰ کی توبہ کا سبب یہ تھا کہ انہوں نے راستے میں ایک رقعہ (کاغذ کا ٹکڑا) دیکھا۔ جس پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھی ہوئی تھی۔ انہوں نے اس کاغذ کے ٹکڑے کو اُٹھا لیا لیکن اسے محفوظ رکھنے کے لیے انہیں کوئی جگہ نہ ملی تو انہوں نے اسے منہ میں ڈال کر نگل لیا۔ پھر خواب میں کسی نے انہیں یہ بشارت سنائی:

''اللہ تعالیٰ نے تم پر علم و حکمت کا دروازہ کھول دیا ہے کیونکہ تم نے اس رقعے کی (جس پر بسم اللہ لکھی تھی) تعظیم کی ہے۔

(ماخوذ از گلستان قناعت ص ۵۹)

☆☆☆

رقم کے استعمال کا منتر

یحییٰ بن معاذ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ روپیہ پیسہ بچھو ہیں ان کو ہاتھ نہ لگاؤ جب تک ان کا منتر نہ سیکھ لو ورنہ اس کا زہر تم کو ہلاک کر دے گا۔ لوگوں نے پوچھا کہ اس کا منتر کیا ہے؟ فرمایا: حلال آمدنی ضروری خرچ۔

(جنت کا ٹکٹ ص ۳۱)

دینی علم واقعی ایسا.... زبردست.... پودا ہوتا ہے

جناب اسد جاوید بٹ صاحب
شریک دورہ حدیث
جامعہ اشرفیہ لاہور

لو جان بیچ کر بھی جو علم و ہنر ملے
جس سے ملے، جہاں ملے، جس قدر ملے

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ علم حاصل کرو کیونکہ جو علم اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے حاصل کیا جائے وہ خشیت ہے۔ علم کی طلب عبادت ہے۔ علم کا مذاکرہ تسبیح ہے اور اس کی تلاش جہاد ہے۔ بے علموں کو علم سکھلانا صدقہ ہے۔ مستحقوں میں علم خرچ کرنا تقرب ہے۔ علم حلال و حرام کا نشان ہے۔ علم دنیا اور آخرت میں روشنی کا ستون ہے۔ علم راحت و مصیبت کو بتلانے والا ہے۔ دشمن کے مقابلے میں ہتھیار اور دوستوں میں زینت ہے۔ آخر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ سے علم سیکھو۔

علم ایک ایسا پودا ہے جسے دل و دماغ کی سرزمین میں لگانے سے عقل کے پھل لگتے ہیں۔

علم عالم کی وہ آنکھ ہے جس سے وہ برائی اور بھلائی میں تمیز کر سکتا ہے۔

علم روح کو غنی کرتا ہے اور مال جسم کو۔ جس نے علم حاصل نہیں کیا اس نے روح کو مفلس بنا دیا۔ علم جتنا زیادہ کامل ہوتا جائے گا اتنا ہی زیادہ انسان اپنے آپ کو ناقص خیال کرے گا۔ علم خواہ کتنا ہی ہو جائے اس کو تھوڑا خیال کرو۔

جس طرح چراغ بغیر جلائے روشنی نہیں دیتا اسی طرح علم بغیر عمل کے نفع نہیں دیتا۔ جہاں پر سورج چڑھتا ہے وہاں رات بھی ضرور ہوتی ہے مگر جہاں علم کی روشنی ہو وہاں جہالت کا اندھیرا کبھی نہیں آ سکتا۔

علم حاصل کرنے سے اگر اچھائی اور برائی کی تمیز نہ ہو تو وہ علم لاحاصل ہے۔

علم دو دھاری تلوار ہے اس کا مناسب استعمال برکت اور نامناسب استعمال ہلاکت کا باعث ہے۔ تھوڑا علم زیادہ عمل کرنے سے بہت ہو سکتا ہے مگر زیادہ علم بغیر عمل کے کم ہی ہے۔ جب کسی برتن میں کوئی چیز ڈالی جائے تو وہ برتن بھر کر تنگ ہو جاتا ہے اور مزید گنجائش نہیں رہتی۔ سوائے علم کے برتن یعنی انسانی سینہ کے کہ اس میں جس قدر ڈالتے جاؤ وہ اتنا ہی وسیع ہوتا جاتا ہے۔

دنیا میں تمام چیزوں کی ایک حد ایک مقدار اور ایک شمار ہے سوائے علم کے کہ یہ بے حد بے مقدار اور بے شمار اور نہ ختم ہونے والا ہے۔

علم قابو میں نہیں رہتا جب تک کہ اس کو متواتر نہ پڑھا جائے۔ علم بغیر عمل کے ایسے ہی ہے جیسے کہ بوجھ ہے اونٹ پر۔

سعادت، سیادت، عبادت ہے علم
بصیرت ہے دولت ہے طاقت ہے علم
بے شک وہ جو علم کی دولت سے ہے خالی
کہنے کو بشر ہے بشریت سے ہے خالی
لازم ہے کہ ہو علم کے ساتھ عمل بھی
سرسبز جو اشجار ہیں وہ رکھتے ہیں پھل بھی
حالی کا یہ نکتہ ہے ہمیں یاد برابر
ہیں علم و عمل کے اعداد برابر

بحوالہ (مخزن اخلاق)

☆ جب کھانا سامنے لایا جائے تو کیا پڑھے؟

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول پاک نقل کرتے ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کھانا لایا جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دُعا پڑھتے تھے:

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ مَا رَزَقْتَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ بِسْمِ اللّٰهِ

(اے اللہ! تو نے ہمیں جو رزق عطا فرمایا ہے اس میں ہم کو برکت عطا فرما اور آگ کے عذاب سے ہماری حفاظت فرما۔ اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع ہے)۔

☆ جب کھانا شروع کرے تو کیا پڑھے؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "جب تم کھانے پر ہاتھ لگاؤ (یعنی شروع کرو) تو یہ دُعا پڑھو"۔

بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى بَرَكَةِ اللّٰهِ

(شروع ہے اللہ تعالیٰ کے نام سے اور اس کی برکت پر)

حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ "اے لڑکے! تم کھاؤ تو کہو بسم اللہ اور دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے قریب سے کھاؤ"۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جس کھانے پر بسم اللہ نہ پڑھی جائے شیطان اس پر قبضہ کرلیتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "جب تم کھانا کھاؤ تو اللہ تعالیٰ کا نام لو"۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ کھانے پر اللہ تعالیٰ کا نام لو۔

مسند احمد میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک خادم سے مروی ہے کہ "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے جب کھانا لایا جاتا تو آپ بسم اللہ پڑھتے اور شروع فرمادیتے۔

فائدہ: کھانے کے شروع میں صرف بِسْمِ اللّٰهِ پڑھ لینا بھی کافی ہے اور پوری بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھ لینا بہتر ہے۔ علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ افضل بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھنا ہے البتہ صرف بِسْمِ اللّٰهِ پڑھ لینے سے بھی سنت ادا ہو جائے گی۔

علامہ زرقانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح مواہب میں لکھا ہے کہ بسم اللہ کے بعد یہ دُعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْمَا رَزَقْتَنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ

(الدعا المسنون، حصن حصین، دافع السہو والغفلۃ)

علاج برائے نظرِ بد

امِّ معاذ
لاہور

جاننا چاہیے کہ نظر ایک زہر ہے کہ حق تعالیٰ نے بعض لوگوں کی آنکھوں میں اس کو رکھا ہے جیسا کہ بچھو کے ڈنگ اور سانپ کی زبان میں زہر رکھا گیا ہے۔ اسی طرح آدمی کی آنکھ میں بھی نظر مقرر کی گئی ہے اور یہ نہ تصور کریں کہ نظر غیر کی لگا کرتی ہے اپنی نہیں لگتی۔ کیونکہ بعض اوقات اپنی ہی نظر لگا کرتی ہے۔ اور یہ بھی نہ تصور کریں کہ فقط آدمی پر ہی لگتی ہے۔ دوسری چیز پر نہیں لگتی۔ بلکہ لڑکے اور جانور اور کھیتی اور باغ اور دولت اور اسباب سب چیز پر نظر لگا کرتی ہے۔ حق تعالیٰ نے اس کا علاج اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے فرمایا تا کہ خلقت کو فائدہ ہووے۔ چنانچہ حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے اوپر یا اپنے مال پر نظر لگنے کا وہم کرے اس آیت کو جو سورۂ قلم میں ہے پڑھ کر تین بار دم کر لیا کرے۔ وَاِنْ یَّکَادُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَیُزْلِقُوْنَکَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّکْرَ وَیَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ ○ وَمَا هُوَ اِلَّا ذِکْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ ○ اور اگر کسی کو کوئی چیز پسند آوے اور وہ مال ہو یا اولاد ہو یا زوجہ یا مکان ہو یا اس کے سوا کوئی چیز ہو جب اپنی آنکھوں میں وہ چیز اچھی معلوم ہو تو اس وقت یہ کہے: مَاشَآءَ اللّٰهُ لَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ اس کے کہنے سے حق تعالیٰ نظر کی تاثیر کو ہونے نہیں دیتا۔ اگر کوئی یہ جانے کہ میری نظر بڑی سخت ہے تو اسے چاہیے کہ کسی چیز کو اتنی رغبت سے نہ دیکھا کرے اور اگر کسی چیز پر ایسے نظر پڑ جاوے تو کہے اَللّٰهُمَّ بَارِکْ عَلَیْهِ اس کلمہ کی برکت سے نظر اثر نہیں کرے گی۔

صراط المستقیم میں لکھا ہے شیخ امام ابو القاسم قشیری نے کہا ہے کہ ایک بار لڑکا بیمار ہوا یہاں تک کہ مرنے کے قریب پہنچا اتفاقاً میں نے خواب میں دیکھا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو۔ پس میں نے اس کی بیماری کی شکایت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو آیاتِ شفاء سے کیوں غافل ہو رہا ہے۔

(از اوراد و وظائف)

عرب کے حکیمانہ مقولے

مولانا محمد طیب الیاس صاحب
مدرس جامعہ عبداللہ بن عمر

وہ خوش نما مقولہ جو حکمت و دانشمندی سے لبریز اور حقیقت کے مطابق ہو نیز اس میں بے ضرورت زائد الفاظ نہ ہوں ''حکیمانہ مقولہ (کہاوت)'' کہلاتا ہے۔ یہ عموماً تجربہ کاری اور دانائی کا نتیجہ ہوتا ہے۔ عرب کے چند مقولے پیش خدمت ہیں:

(1) حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مقولہ ہے کہ نیکیاں ذلت کی تباہیوں سے بچالیتی ہیں۔ (2) آپ ہی کا مقولہ ہے کہ موت اپنے بعد آنے والی شدتوں سے آسان اور پہلے گذرنے والی تکالیف سے زیادہ سخت ہے۔ (3) آپ ہی کا مقولہ ہے کہ تین خصلتیں جس میں ہونگی وہ اس کے لیے وبال ہونگی: (i) سرکشی۔ (ii) عہد شکنی۔ (iii) مکاری۔ (4) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مقولہ ہے کہ جو اپنے راز پوشیدہ رکھے گا اس کا معاملہ اس کے ہاتھ میں رہے گا۔ (5) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقولہ ہے کہ بزرگ شخص کی رائے نوجوان کی قوت سے بہتر ہے۔ (6) آپ ہی کا مقولہ ہے کہ لوگ جس چیز کو نہیں جانتے اس کے دشمن ہو جاتے ہیں۔ (7) آپ ہی کا مقولہ ہے کہ ہر انسان کی قیمت اس کی خوبیاں ہیں۔ (8) غلطی جلد باز کا توشہ ہے۔ یعنی جلدی کرنے والے سے ہمیشہ غلطیاں سرزد ہوتی ہیں۔ (9) لالچ کے فریبوں میں پھنس کے لوگ نقصان اٹھاتے ہیں۔ (10) زبان کا زخم نیزہ کے گھاؤ سے زیادہ کاری اور تکلیف دہ ہوتا ہے۔ (11) کچھ جلد بازیاں تاخیر کا باعث ہوتی ہیں۔ (12) سزا سے قبل ڈانٹ ڈپٹ لازم ہے۔ (13) حق کی طرف واپس آجانے سے تمام گناہ دھل جاتے ہیں۔ (14) جو سیدھی راہ چلے گا ٹھوکروں سے محفوظ رہے گا۔ (15) احتیاط کی ابتدا مشورہ سے ہوتی ہے۔ (16) شریف آدمی جو وعدہ کرتا ہے اسے پورا کرتا ہے۔ (17) تم برائی چھوڑ دو تو برائی تمہیں چھوڑ دے گی۔ (18) جب کسی کا دل تنگ ہو جاتا ہے تو زبان کھل جاتی ہے۔ (19) بعض اوقات جس کو برا بھلا کہا جاتا ہے وہ بے قصور بھی ہوتا ہے۔ (20) چوکنے اور چالاک شخص کو اسی جگہ سے نقصان پہنچتا ہے جہاں سے وہ بے فکر ہوتا ہے۔ (تاریخ ادب عربی)

اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین ثم آمین

حقیقتِ دُنیا

حافظ تنویر احمد صاحب
متعلم جامعہ شریفیہ فیصل آباد

دنیا: اپنے پرستاروں کے ساتھ کچھ رحم و رعایت نہیں کرتی جس طرح آگ آتش پرست کو بھی جلائے بغیر نہیں چھوڑتی۔

دنیا: میں اگر ہمارا کوئی گناہ بھی نہ ہو تو دنیا کی محبت ہی ہزاروں گناہوں کا ایک گناہ ہے۔

دنیا: کے عیبوں میں ہمارے لیے یہی کافی ہے کہ ہم باقی نہیں رہیں گے۔

دنیا: فی الاصل ان کی ہے جو ہمارے بعد ہوں گے۔

دنیا: میں موت کا خوف اور رزق کا غم نہیں کرنا چاہیے کیونکہ یہ دونوں اپنے اپنے وقت میں ضرور پہنچ جائیں گے۔

دنیا: میں عمر عزیز کو ضائع کر کے ندامت کے آنسو بہانا بے سود ہے۔

دنیا: میں چھوٹے گناہ کو بھی بڑا گناہ شمار کرو کیونکہ گندم کے ایک دانہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو فردوس سے نکال دیا تھا۔

دنیا: میں ذلت کی ہزاروں صورتیں ہیں لیکن ذلت قرض ان سب سے سخت ہے۔

دنیا: میں موت انسان کا ایک بے خبر ساتھی ہے نامعلوم انسان کو کس وقت ہلاک کر ڈالے۔

دنیا: کی ہر ضرورت کا خاتمہ ایک نئی ضرورت پر ہوتا ہے اور اس کا خاتمہ دوسری ضرورت پر حتیٰ کہ اسی طرح عمر تمام ہو جاتی ہے۔

دنیا: میں غم سے بچنے اور آرام حاصل کرنے کے لیے خاموشی بہترین ذریعہ ہے۔

دنیا: بمنزلہ ایک چکی کے ہے جو ہمارے لیے آٹا پیستی رہتی ہے اور ایک دن ہم کو بھی پیس ڈالے گی۔

دنیا: ایک ایسا گھر ہے جس کا اول تکلیف اور آخر فنا ہے اور اس کی حلال چیزوں پر حساب اور حرام پر عذاب ہوگا۔

دنیا: ایک مسافر خانہ ہے مسافر کو حالت سفر میں کسی چیز اور کسی جگہ سے وابستگی نہیں ہوتی۔

دنیا: کے عبرت انگیز و لرزہ خیز مناظر کو اگر انسان ذرا بھی بنظرِ عبرت دیکھے تو اس کے دل میں کبھی اور کسی عمر میں بھی خوشی کا دخل نہ ہو۔

(بحوالہ مخزنِ اخلاق)

سلسلہ تلخیص بیانات حضرت اقدس مولانا صوفی محمد سرور صاحب دامت برکاتہم

ملخص
مولانا محمد نوید خان صاحب
مدرس جامعہ عبداللہ بن عمر لاہور

سلسلہ نمبر 13

قصاص اور جہاد

فرمایا: کہ ولی مقتول کو عفو کر دینا ہی سراسر مصلحت ہے ولی کی مصلحت تو ثواب ہے عفو کا اور اصل مقتول کی مصلحت اس کے اجر کا بڑھ جانا ہے کیونکہ جس مظلوم کا انتقام نہ لیا جائے اس کا اجر بڑھ جاتا ہے اور مجرم کی مصلحت تو اس میں ہے ہی کہ قتل سے اس کی رہائی ہوگئی۔

تشریح: اس ملفوظ میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے قصاص میں معافی کا اولیٰ و بہتر ہونا فرمایا ہے قصاص کا شرعی حکم تو ثابت ہے کہ قصاص لیا جاتا ہے لیکن شریعت نے قصاص کو واجب قرار نہیں دیا بلکہ جس کو قتل کیا گیا ہے اس کا جو وارث ہے اس کو حق دے دیا گیا ہے چاہو تو قصاص لے لو چاہو تو معاف کر دو۔ معاف کرنے کی پھر دو صورتیں ہیں مفت معاف کر دو کچھ لے کر معاف کر دو۔ سب سے بہتر مفت معاف کرنا ہے۔

شریعت میں قصاص ہے اور قصاص میں بڑی مصلحتیں ہیں اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے ''قصاص میں زندگی ہے'' اس لیے کہ قصاص جب جاری ہوتا ہے تو اس سے عبرت ہو جاتی ہے آئندہ کے لیے قتل رک جاتے ہیں جو قتل کرے گا اس کو خود قتل ہونا پڑے گا۔ قصاص نہ لیا جائے تو اس سے دشمنیاں بڑھتی ہیں، قتل بڑھتے ہیں، اس نے اُن کے خاندان کو قتل کر دیا اُس نے اِن کے خاندان کو قتل کر دیا۔ یہ قتلوں کا سلسلہ کئی کئی سال تک بلکہ کئی کئی پشتوں تک جاری رہتا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں بھی تھا اور اب بھی چونکہ صحیح معنوں میں قصاص جاری نہیں کرتے اس لیے یہ سلسلے جاری رہتے ہیں قصاص اول تو لیتے نہیں لیں بھی تو دس پندرہ سال لگ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو حیات قرار دیا ہے، یہ زندگی ہے اس لیے کہ ایک آدمی قصاص میں قتل کر دیا جائے گا اور دونوں خاندان دشمنی سے بچ جائیں گے۔ آئندہ نہ کوئی قتل کرے گا نہ بدلہ میں قصاص دینا پڑے گا۔ امن ہو جاتا ہے قتل قتال ختم ہو جاتے ہیں۔ قاضی اس نیت سے قصاص لے تاکہ آئندہ سے قتل ختم ہو جائیں تو ثواب ملے گا۔

علماء نے جہاد کی مشروعیت کے کئی مقاصد اور مصلحتیں ذکر کیں ہیں:

(1) ایک مقصد قصاص ہی ذکر فرمایا ہے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا کہ ان لوگوں کو اجازت دے دی گئی جن سے لڑائی کی گئی اس وجہ سے کہ ان پر ظلم کیا گیا۔ مکی زندگی میں مسلمانوں پر تیرہ سال بڑے ظلم ڈھائے گئے اس کے بعد مدنی زندگی میں اللہ تعالیٰ نے قصاص کا حکم یعنی لڑائی کی اجازت دے دی کہ تم پر بڑے ظلم ہوئے ہیں تم ان ظالموں سے بدلہ لے سکتے ہو۔ لوگ اعتراض کرتے ہیں اسلام میں سختی ہے' جہاد ہے' قتل ہے وہ یہ نہیں سمجھتے کہ سب سے پہلے جو جہاد کی اجازت دی گئی تھی وہ تو بطور قصاص کے دی گئی تھی۔ مظلوم کی طرف سے ظالم سے بدلہ لینا یہ تو ہر مذہب کے اندر اور ہر حکومت کے اندر اچھا ہے۔ ایک شخص پر ظلم ہو وہ مظلوم زیادتی نہیں کرنا چاہتا جتنی اس کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے اس کا بدلہ لینا چاہتا ہے تو بدلہ لے لینا عام مذاہب میں ایک جائز کام ہے' تمام ملکوں میں اس کو اچھا شمار کیا جاتا ہے۔ (2) جہاد کا دوسرا مقصد علماء نے یہ بیان فرمایا ہے کہ یہ عذاب الکفار ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے تک کافروں کو کفر کی سزا میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب آتا رہا ہے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں پہلی مرتبہ جہاد کا حکم نازل ہوا اس کو بھی کافروں پر عذاب شمار کیا گیا ہے ان کے کفر کی دنیا میں بھی سزا ہے۔ (3) ایک بڑی مصلحت جہاد کے جاری ہونے میں یہ بھی ہے کہ اس میں اعلائے کلمۃ اللہ ہے اللہ تعالیٰ کے کلمہ کو بلند کرنا۔ لیکن کافر تو اس کے یہ معنی کرتے ہیں کہ زبردستی لوگوں کو مسلمان بنایا گیا ہے۔ علماء نے اس کے جوابات دیئے ہیں کہ زبردستی مسلمان نہیں بنایا جاتا بلکہ ایمان لانے پر کافر جو رکاوٹ ڈالتے ہیں' جہاد کے ذریعے اس رکاوٹ کو دور کیا جاتا ہے۔ بہت لوگ اسلام لانا چاہتے ہیں لیکن کافر حکومتیں ان میں رکاوٹ ڈالتی ہیں لوگوں کو مسلمان ہونے کا موقع نہیں دیتیں۔ ان رکاوٹوں کے تدارک کے لیے جہاد کا حکم دیا گیا ہے۔ تلوار کے زور سے اسلام نہیں پھیلایا گیا اس کی بڑی دلیل علماء نے یہ بیان فرمائی ہے کہ سب سے پہلے جو لوگ مسلمان ہوئے' تیرہ سال نبوت کے بعد مکہ مکرمہ میں رہے ہیں۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو کیسے مسلمان کیا ان پر

کوئی تلوار چلائی کہ مسلمان ہو جاؤ؟ اصل بنیادی مسلمان تو وہی ہیں۔ مکی زندگی میں ہجرت سے پہلے جو لوگ مسلمان ہوئے ان کا بڑا اونچا مقام ہے ان کو اسلام لانے پر کسی نے مجبور تھوڑا کیا۔ بلکہ لوگ کافر بننے پر مجبور کرتے تھے کافر ہو جاؤ اسلام قبول نہ کرو۔ اسلام چھوڑ دو۔ کافر ظلم وستم کرتے تھے۔ یہ کہنا کیسے صحیح ہے کہ اسلام تلوار کے زور پر پھیلا۔ جو بنیادی مسلمان تھے سب سے پہلے درجہ کے جو مسلمان ہیں ان پر تلوار کس نے چلائی؟ ایمان دل کی چیز ہے تلوار دل پر تو چلتی نہیں۔ دل کا کیا پتہ کہ مسلمان ہو گیا ہے یا نہیں؟ ویسے بھی شریعت میں ذمی ہونے کا ذکر ہے یعنی کوئی کافر ہمارے ساتھ صلح کر کے رہے اور ہمارے ملک کے اندر رہے تو ہم اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ ان پر کوئی حملہ کرے تو ہم ان سے لڑیں گے۔ اگر کوئی مسلمان کسی ذمی کو قتل کرے تو اس مسلمان کو بھی قتل کیا جائے گا۔ جب ذمی بن کر رہنے کی شریعت میں اجازت ہے تو پھر یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ اسلام تلوار کے زور پر پھیلا ہے اور پھر مشاہدہ بھی اس بات پر دلیل ہے کہ اپنے دل کے شوق سے لوگ مسلمان ہوتے رہے ہیں۔ اگر کسی نے غلطی سے اپنی طرف سے کہہ دیا ہو کہ مسلمان ہو جاؤ ورنہ مار دوں گا تو اس کا اپنا فعل ہے شریعت میں اس کا کوئی حکم نہیں ہے۔ ہندوستان میں ہندو ہی ہندو تھے۔ تاریخی واقعات سے یہ بات ثابت ہے کہ پہلے یہاں مسلمان تاجر آتے رہے ہیں۔ ان کے تجارت کا اصول دیکھ کر کہ سچ بولتے ہیں۔ دھوکہ نہیں دیتے کوئی چیز چھپاتے نہیں۔ اپنا عیب نہیں چھپاتے۔ پیسہ بھی رہ جائے تو واپس کر دیتے ہیں۔ مسلمان تاجروں کی دیانت داری دیکھ کر ہندوستان کے لوگ مسلمان ہوئے۔ دوسرا سبب یہ تھا کہ اولیاء اللہ کی عبادت اور نیکی کو دیکھ کر مسلمان ہوئے۔ ان دو جماعتوں سے ہندوستان میں اسلام پھیلا ہے۔ تلوار کسی نے نہیں چلائی۔ (4) ایک مقصد جہاد کا اہل حق کی حفاظت بھی ہوتا ہے۔ اہل حق کی حفاظت کے لیے بھی جہاد کیا جاتا ہے۔ اگر کافر ہم پر حملہ کریں ہم مسلمانوں کی حفاظت کے لیے مسلمان ملک کی حفاظت کی نیت سے لڑائی کریں یہ بھی جہاد ہوتا ہے۔ مسلمان کی حیثیت سے کہ یہ مسلمان ہے اس کی حفاظت اسلام کی حفاظت ہے اس نیت

سے جو لڑائی کرے گا وہ جہاد ہے۔ مسلمانوں کی حفاظت جہاد کا بڑا مقصد ہے۔ (5) ایک حکمت جہاد کی علماء نے یہ بیان فرمائی ہے کہ بعض لوگوں کو زنجیروں کے ذریعہ جنت میں لے جانا مقصود ہے۔ ایک حدیث شریف میں یہ مضمون آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ خوشی کا اظہار فرمائیں گے ان لوگوں سے جو زنجیروں کے ساتھ جنت میں جا رہے ہوں گے۔ علماء نے اس کے دو معنی کیے کہ زنجیروں کے ساتھ جنت میں جانے کی ایک صورت تو یہ ہے کہ بعض دفعہ ایسی صورت پیش آ جاتی ہے کہ کافر گھیرا ڈال کر بعض مسلمانوں کو قید کر لیتے ہیں۔ شرعی حکم تو یہی ہے کہ جہاں تک ہو سکے آدمی کافروں کی قید سے بچے کیونکہ وہ بہت ظلم وستم کرتے ہیں۔ بہر حال کوئی صورت جان بچانے کی نہ ہو تو گنجائش ہے۔ لیکن کفر اختیار نہ کرے اگر مجبوراً کلمہ کفر کہنا پڑے اور دل میں ایمان ہو تو پھر بھی گنجائش ہے۔ تو بعض مسلمان جو کافروں کی قید میں اس مجبوری سے بعض دفعہ چلے جاتے ہیں پھر وہیں رہتے ہیں فوت ہو جاتے ہیں اس حدیث سے یہ مراد ہے ان کی زنجیریں عظمت کی نشانی ہوں گی کہ اسلام نہیں چھوڑا' اسلام پر مضبوط رہے تو زنجیروں کے ساتھ جنت میں جا رہے ہیں' جیسے شہید شہادت کے لہو کے ساتھ جنت میں جائیں گے۔ دوسرے معنی یہ کیے گئے ہیں کہ بعض کافر قید ہو کر لڑائی میں آتے ہیں اگر مسلمانوں کا بادشاہ چاہے تو اس کو چار اختیار ہیں: چاہے تو قتل کر دے' چاہے مفت چھوڑ دے' چاہے فدیہ لے کر چھوڑ دے' چاہے ان کو لونڈی غلام بنا کر ان کی تقسیم کر دے اور قیدی کے بارے میں حکم ہے کہ ان کو بھائیوں کی طرح رکھو' کام کاج تو کرالو لیکن تنگ نہ کرو' تکلیف نہ دو۔ چنانچہ قیدی آتے رہے اور اکثر اسلام کی خوبیاں دیکھتے تھے اور مسلمان ہو جاتے تھے۔ تو ان کے بارے میں حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ خوشی کا اظہار فرمائیں گے ایسے کافر لوگوں کے بارے میں جو قیدی ہو کر آئے تھے یہاں آ کر اسلام کی خوبیاں دیکھیں اور مسلمان ہو گئے۔ تو یہ بھی ایک مصلحت ہے۔ بہر حال اسلام کے سب کاموں میں بڑی بڑی حکمتیں ہیں۔ طریقہ یہی ہونا چاہیے کہ دین کے احکام معلوم کریں اور ان پر عمل کریں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین ثم آمین

نیک سوداگر کی سات علامتیں

یکے از تلامذہ حضرت شیخ روحانی بازی

از افادات:
شیخ الحدیث حضرت مولانا
محمد موسیٰ روحانی بازی رحمہ اللہ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ سب سے پاکیزہ پیشہ اُن تاجروں کا پیشہ ہے کہ جب وہ بات کریں تو جھوٹ نہ بولیں، اور جب انہیں امانتدار بنایا جائے اور امانت ان کے سپرد کی جائے تو خیانت نہ کریں، اور جب وہ وعدہ کریں تو وعدہ خلافی نہ کریں، اور جب وہ کسی سے کوئی چیز خریدیں تو اس چیز کی ناجائز مذمت نہ کریں (یعنی اُس چیز کو خواہ مخواہ گھٹیا قرار نہ دیں تا کہ وہ قیمت کم کردے اور یہ خریدلیں)، اور جب وہ کوئی چیز بیچیں تو اس کی بے جا تعریف نہ کریں اور جب اُن پر کوئی قرض وغیرہ ذمہ میں ہو تو وہ ٹال مٹول نہ کریں، اور جب ان کا کوئی حق قرض وغیرہ کسی کے ذمہ واجب ہو تو وہ حق وصول کرنے میں سختی نہ کریں۔ (المتجر الرابح ص ۲۳۱)

برادرانِ کرام! اس حدیث کا مضمون نہایت جامع اور مبارک ہے۔ اس میں نیک سوداگر کی سات علامتیں بتلائی گئی ہیں:

اول سچ بولنا اور جھوٹ سے بچنا۔ **دوم** امانتدار ہونا اور خیانت سے بچنا۔ **سوم** وعدہ پورا کرنا اور وعدہ خلافی نہ کرنا۔ **چہارم** دوسرے تجاروں کی چیزوں کو بے جا (بغیر کسی خرابی وعیب کے) گھٹیا قرار نہ دینا۔ **پنجم** اپنی چیزوں کی بے جا تعریف سے بچنا۔ **ششم** قرض کی ادائیگی میں بقدر امکان جلدی کرنا اور ٹال مٹول نہ کرنا۔ **ہفتم** قرض داروں سے قرض وصول کرنے میں نرم رویہ اختیار کرنا اور سختی وشدت سے پرہیز کرنا۔

افسوس صد افسوس .... کہ آجکل کے اکثر تاجروں میں مذکورہ علامات میں سے ایک علامت بھی موجود نہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آجکل افراتفری، تباہی وبربادی، بے اطمینانی، بیقراری، لڑائی جھگڑے اور فساد وعناد (بغض) کا ایک طوفان برپا ہے۔ اگر تاجر حضرات ان سات اصولوں پر عمل کرنے لگ جائیں تو ان کی تجارت میں، رزق میں، دوکانوں میں بلکہ سارے بازار میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کی خصوصی برکتیں نازل ہوں گی اور سارے شہر میں امن اور خوشیاں پھیل جائیں گی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین ثم آمین

(ترغیب المسلمین بحذف واضافہ ص ۲۳۲)

تصوف اور اولیاء اللہ کی برکات

جناب محمد حسنین صاحب
پنجاب یونیورسٹی لاہور

الحمدللّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین' امابعد فاعوذباللّٰہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدٰوۃِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْھَہٗ

(الکہف آیت نمبر ۲۸)

''اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے کو ان لوگوں کے ساتھ مقید رکھا کیجیے جو صبح و شام اپنے رب کی عبادت محض اس کی رضا جوئی کے لیے کرتے ہیں''۔

اولیا اللہ کی صحبت کی برکات کا ذکر کرنے سے قبل تصوف کے بارے میں جاننا بڑا ضروری ہے ''تصوف'' کے بارے میں طرح طرح کی غلط فہمیاں لوگوں میں پھیلی ہوئی ہیں کوئی اسے قرآن وسنت کی تعلیمات سے الگ کوئی چیز سمجھ کر اسے ''بدعت'' قرار دیتا ہے۔ کوئی شریعت کو اس کا حریف سمجھ کر صرف تصوف ہی کو مدار نجات قرار دیتا ہے اور شرعی احکام کو اس کے مقابلے میں کوئی اہمیت دینے کے لیے تیار نہیں۔ قرآن کریم میں ارشادِ ربانی ہے:

''وَذَرُوْا ظَاھِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَہٗ''

(الانعام آیت ۱۲۰)

''اور ظاہری گناہ اور پوشیدہ گناہ سب چھوڑ دو''

تفسیر خازن میں اس آیت کے تحت مرقوم ہے۔

''المراد بظاھر الاثم افعال الجوارح وباطنہ افعال القلوب''۔

ظاہری گناہ سے مراد اعضاء وجوارح کے اعمال اور باطنی گناہوں سے مراد دل کے اعمال ہیں لہٰذا انسانی اعمال کی تین قسمیں ہیں۔

اول: وہ اعمال جن کا تعلق فقط انسان کے ظاہر سے ہے۔ مثلاً ''کُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا'' کھاؤ اور پیو اور اسراف نہ کرو ''قُلْ

لِلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِھِمْ" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہہ دیجیے ایمان والوں سے کہ نگاہیں نیچی رکھیں۔

دوم: وہ اعمال جن کا تعلق فقط انسان کے باطن سے ہے۔مثلاً "وَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ" اور اللہ رب العزت پر توکل کرو۔ "لَاتَخْشَوْھُمْ وَاخْشَوْنِیْ" ان سے نہ ڈرواور مجھ سے ڈرو۔

سوم: وہ اعمال جن کا تعلق انسان کے ظاہر سے بھی ہے اور باطن سے بھی مثلاً نماز کے ظاہر کے متعلق فرمایا "وَاِذَا قَامُوْا اِلَی الصَّلٰوۃِ قَامُوْا کُسَالٰی" "اور جب کھڑے ہوتے ہیں نماز میں تو کھڑے ہوتے ہیں سستی کے ساتھ" اعمال کے ظاہری حصے کا تعلق علم قال (فقہ) اور باطنی حصے کا تعلق علم حال (تصوف) سے ہے یہ دونوں علوم صحابہ کرام نے شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سیکھے ہیں جس کی تائید درج ذیل احادیث سے ہوتی ہے۔

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے۔

"حفظت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعائین فاما احدھما فبثثتہ واما الاخر فلو بثثتہ قطع ھذا البلعوم"۔(بخاری)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے علم کے دو برتن حفاظت میں لیے ایک کو لوگوں میں پھیلا دیا اور دوسرا اگر پھیلاؤں تو یہ گردن کاٹ دی جائے۔اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ حضرت ابوہریرہ نے نبی اکرم سے دو علوم سیکھے یعنی ایک علم قال اور دوسرا علم حال۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں ان کی اہلیہ سے منقول ہے۔

"ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو لوگوں پر فضیلت نماز اور روزہ کی کثرت کی وجہ سے نہ تھی بلکہ دل کے یقین (معرفت) کی وجہ سے تھی"۔

اس یقین ومعرفت کا نام علم حال (تصوف) ہے۔ یہ علم کتابیں پڑھنے سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ خواہشات نفسانی کے ترک کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔حضرت حسن بصری فرمایا کرتے تھے "ہم نے تصوف کا علم قیل وقال کے ذریعے سے حاصل نہیں کیا بلکہ دنیا اور اس کی لذتوں کے ترک کرنے سے حاصل کیا ہے" حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی "مسائل السلوک من کلام

ملک الملوک" میں بیان فرماتے ہیں۔"چنانچہ یہ احقر جس کو علم وفضل کی ہوا بھی نہیں لگی بعض امور میں ایسی مناسبات تک پہنچ گیا جو علماء سے بھی منقول نہیں اللہ اکبر" پس تصوف کوئی دین سے باہر نہیں ہے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے تھے۔

"شریعت بغیر طریقت (تصوف) کے نرا فلسفہ ہے اور طریقت بغیر شریعت کے زندقہ والحاد اور گمراہی ہے۔

اولیاءاللہ کی صحبت کی برکات

یک زمانہ صحبت با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

(اولیاء کے ساتھ تھوڑی دیر کی صحبت سوسال کی بے ریاء اطاعت سے افضل ہے)

حضرت مولانا قاسم نانوتوی اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی اگرچہ علم کے آفتاب ماہتاب تھے تاہم ان کی بیعت کا تعلق حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے تھا۔ جب کہ حاجی صاحب فقط کافیہ تک کتابیں پڑھے ہوئے تھے۔

ہے وہی تیرے زمانے کا امام برحق
جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے
موت کے آئینے میں تجھ کو دکھا کر رخ دوست
زندگی تیرے لیے اور بھی دشوار کرے
دے کر احساس زیاں تیرا لہو گرما دے
فقر کی سان چڑھا کر تجھے تلوار کرے

حضرت وحشی کو نبی علیہ السلام کی چند لمحے کی صحبت سے وہ مقام مل گیا کہ اگر پوری دنیا اویس قرنی جیسے حضرات سے بھر جائے تو بھی ان کی گرد راہ کو نہیں پا سکتی۔ حضرت امام شافعی سے کسی نے پوچھا حضرت امیر معاویہ کے دور میں بدامنی رہی جب کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دور میں امن و امان رہا تو دونوں میں سے کون افضل ہے؟ فرمایا سیدنا امیر معاویہ جب گھوڑے پر سوار ہو کر نبی علیہ السلام کے ہمراہ جہاد پر نکلتے تھے تو اس گھوڑے کے نتھنوں میں جو مٹی جاتی تھی عمر بن عبدالعزیز اس کے مرتبہ کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔ معلوم ہوا کہ صحبت کا نعم البدل کوئی اور چیز نہیں ہو سکتی۔

اللہ رب العزت سے دُعاء ہے کہ ہم کو بھی اولیاء اللہ کی صحبت اور مجلسوں میں بیٹھنے اور ان کی باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین ثم آمین

جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے میں
ستائیس نیکیاں..............

از مدیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم وعلی الہ واصحابہ واتباعہ اجمعین

(1) اذان کا عملی جواب نماز باجماعت میں دیا جاتا ہے۔ (2) نماز باجماعت کے لیے جلدی چلنا الگ نیکی ہے۔ (3) وقار سے چلنا بھی عبادت ہے یعنی چار باتوں کا دھیان رکھتے ہوئے چلیں آہستہ اور نگاہیں نیچی کرکے اور دائیں بائیں سے نظر بچاتے ہوئے اور اگر گفتگو کرنی پڑے آہستہ آواز سے کرے۔ (4) مسجد میں داخل ہونے کی دُعاء پڑھنے کا موقع ملتا ہے یہ نماز باجماعت پڑھنے کی بدولت نصیب ہوتا ہے۔ (5) تحیۃ المسجد 2 رکعت پڑھنے کا موقع ملتا ہے۔ (6) نماز کے انتظار میں بیٹھنا عبادت ہے۔ (7) فرشتے نمازی کے لیے مغفرت مانگتے رہتے ہیں۔ (8) قیامت کے دن اس نمازی کے لیے فرشتے گواہ بنیں گے۔ (9) اقامت کا جواب بھی دیا جا سکتا ہے۔ (10) اقامت کی وجہ سے شیطان کے شر سے بندہ بچا رہتا ہے۔ (11) امام کی تکبیر تحریمہ کے انتظار کا ثواب بھی ملتا ہے۔ (12) خود تکبیر اولیٰ کا بہت ثواب ملتا ہے۔ (13) صف سیدھی کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ خالی جگہ پر کرنے کا مستقل ثواب ہے۔ (14) ربنا لک الحمد کہنا ستائیس میں سے ایک نیکی ہے۔ (15) نیک لوگوں کو دیکھ کر اپنی نماز بھی اچھی بنانا نصیب ہوتا ہے۔ (16) خشوع زیادہ ہونا بھی مقصود ہے۔ (17) سہو اور بھول کم ہونا جب کہ امام کو لقمہ بھی دے سکنا ان کا ثواب بھی جماعت ہی کی بدولت نصیب ہوتا ہے۔ (18) رحمت کے فرشتے کا ڈھانپ لینا بھی جماعت ہی کی بدولت ملتا ہے۔ (19) قرآن پاک سن کر اپنی مشق ہو جانا۔ (20) جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا شعائرِ اسلام پر عمل کا ذریعہ بننا نصیب ہوتا ہے۔ (21) شیطان کو ذلیل کرنے کا موقع جماعت ہی میں ملتا ہے۔ (22) بدگمانی اور نفاق کی تہمت سے نکلنا باجماعت نماز کی وجہ سے نصیب ہوتا ہے ورنہ لوگ سمجھتے ہیں کہ نماز نہ پڑھنے کی وجہ سے منافقت کی تہمت لگتی ہے۔ (23) امام کے سلام کا جواب دینے کی نیت سے سلام پھیرنا۔ (24) اجتماعی دُعاء اور ذکر اور نیک لوگوں کی صحبت یہ بھی جماعت ہی کی بدولت نصیب ہوتی ہے۔ (25) حقوق جار (پڑوسی) ادا کرنے کا موقع بھی جماعت کی بدولت نصیب ہوتا ہے۔ (26) امام کی قرأت کرنے کی وجہ سے مقتدی کا خاموش رہنا بھی عبادت ہے۔ (27) فرشتوں کی آمین کے ساتھ آمین کا اتفاق ہو جانا جماعت کی بدولت نصیب ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ جل شانہ ہمیں ہمیشہ باجماعت نماز ادا کرنے کی توفیق بخشیں آمین۔

ایک بدن .... ایک مستقل جہان .... زبردست حیرت انگیز انکشافات

از
اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی
حیرت انگیز بارش

خلیات: خلیہ زندہ اجسام کی بنیادی اکائی کا نام ہے ایک اوسط قد و قامت کے انسانی جسم میں ان خلیات کی تعداد ایک کروڑ ارب کے قریب ہے۔

خلیے زندگی کے مختلف افعال انجام دیتے ہیں مثلاً یہ سانس لیتے ہیں غذا حاصل کرتے ہیں اور بڑھتے ہیں اور وقت پورا ہونے پر اللہ کے حکم سے اپنا کام پورا کر کے ختم ہو جاتے ہیں۔ تمام اربوں کھربوں خلیے ایک ہی خلیے سے بنتے ہیں کروڑوں خلیے روزانہ ختم ہو جاتے ہیں اور دوسرے خلیے اُسی وقت ان کی جگہ لے لیتے ہیں۔ اندازہ ہے کہ ہر سیکنڈ میں خون کے دس لاکھ سے زیادہ خلیات ختم ہو جاتے ہیں اور اسی تعداد میں نئے خلیات جنم لے لیتے ہیں۔

ہر خلیہ میں ۷۰ سے ۸۵ فیصد تک پانی ہوتا ہے۔

خلیہ میں پانی کے علاوہ ۱۰ سے ۲۰ فیصد لحمیات ہوتے ہیں ۲ فی صد کولیسٹرول اور فاسفورلپڈ (چربی چکنائی) ہوتے ہیں ایک فی صد نشاستہ دار اجزاء ہوتے ہیں۔ ہڈیاں کیلشیم کا ذخیرہ بناتی ہیں۔

امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہڈیوں کی حرکات کے لیے پورے جسم میں ۵۲۹ عضلات پیدا کیے ہیں۔

جوڑ اور پٹھے: اللہ تعالیٰ نے ہمارے جسم میں ایک سو اسی (۱۸۰) جوڑ بنائے ہیں جو ہمارے جسم کو حرکت دیتے ہیں۔ (کتاب الصحت) عضلات اندرونی اعضا کو گرمی اور سردی سے محفوظ رکھتے ہیں۔ جسم کے تمام افعال حس و حرکت انہی سے متعلق ہیں چنانچہ ایک قدم اٹھانے میں یا ایک یا آدھے سیکنڈ میں ۴۵ پٹھے استعمال ہوتے ہیں۔ اعصاب میں دوڑنے والی رَو کی رفتار ۲۴ میل فی سیکنڈ ہے یعنی ایک گھنٹے میں ۴ ہزار ۲۴ سو میل فاصلہ طے کرتی ہے۔ دماغ سے جو پیغام انگلی تک پہنچتا ہے وہ ایک سیکنڈ کے سوویں حصے میں اپنا فاصلہ طے کر لیتا ہے۔

انسانی کھال: جلد میں دو لاکھ پچاس ہزار سے زائد ایسے خانے ہیں جو سرد چیزوں کو محسوس کرتے ہیں جب کوئی سرد چیز جسم کو چھوتی ہے تو دماغ کو خبر پہنچ جاتی ہے۔ اور جسم کانپنے لگتا ہے جلد کی نالیاں کشادہ ہو جاتی ہیں اور مزید خون جلد کو جانے لگتا ہے تاکہ زیادہ گرمی پہنچائی جائے جلد کو

جب گرمی پہنچتی ہے تو گرمی کے مخبر خلیے دماغ کو خبر کرتے ہیں اور تین ملین پسینہ کے غدود ٹھنڈا پسینہ خارج کرتے ہیں جس سے جسم کو راحت اور سکون پہنچتا ہے گویا کہ ہماری جلد میں حیاتی ریشوں کا ایک جال بچھا ہوا ہے جو گرم و سرد چیزوں کو محسوس کرتا ہے اور دماغ تک خبر پہنچا دیتا ہے۔

دماغ : ایک محتاط اندازے کے مطابق ہم اپنی کل عمر میں ہاتھ کو ۲۵ ملین بار کھولتے اور بند کرتے ہیں۔

ہمارا دماغ ایک ملین سے بھی زیادہ مخصوص خلیوں سے بنا ہے جن کو نیوران کہا جاتا ہے دماغ کے خلیے اپنا مخصوص کام ایک کھرب سے زائد حساس ریشوں کے ذریعے کرتے ہیں جو دماغ سے لے کر تمام جسم میں پھیلے ہوتے ہیں۔ دماغ کے خلیوں کی تعداد ۲۵۰ کھرب ہے۔

آنکھیں : حدیث شریف کے مطابق سات فرشتوں کا ہر وقت آنکھوں کی حفاظت کرتے رہنا بہت بڑی نعمت ہے۔ آنکھ کو غذا خون سے ملتی ہے مگر جو خون آنکھ میں جاتا ہے وہ اس خون سے مختلف ہے جو دوسرے اعضاء کو پہنچتا ہے۔

آنکھ کے اندر جراثیم داخل نہیں ہو سکتے اس کے لیے مدافعت کا ایک الگ نظام ہے بہت سے جراثیم معمولی رطوبتوں سے ختم کر دیئے جاتے ہیں آنکھ کو چوٹ اور بیماریوں سے بچانے کے لیے بہت سے نظام کام کر رہے ہیں۔

ایک آنکھ میں ۱۳ کروڑ کیمرے کام کر رہے ہیں جس میں سے ساٹھ لاکھ کیمرے صرف رنگ پہچانتے ہیں بارہ کروڑ کیمرے صرف کالا اور سفید رنگ بتاتے ہیں رات کے وقت کام کرنے والے علیحدہ کیمرے ہیں جن کو راڈز کہتے ہیں جن لوگوں میں راڈز نہیں ہوتے ان کو رات کو نظر نہیں آتا۔

انسانی آنکھ میں ایک کھرب سے زائد روشنی قبول کرنے والے ریشے ہوتے ہیں یہ تعداد ان ستاروں کے برابر ہے جو کہکشاں میں ہیں۔

آنکھ کے آخری طبقے میں ۳۰ لاکھ تہیں اور ۳ کروڑ ستون ہیں ہماری آنکھیں ایک سال میں کم از کم چالیس لاکھ دفعہ کھلتی اور بند ہوتی ہیں آنکھ کے نور کے علاوہ باہر کی معمولی سی روشنی سے بندہ دیکھ سکتا ہے۔

کان : کان میں ایک لاکھ ٹیلیفونی سماعتی خانے ہوتے ہیں یہ خانے آواز کو وصول کر کے دماغ تک پہنچاتے ہیں کان کے اندر پردہ کے آگے تین ہڈیاں باہم پیوست ہیں یہ ہڈیاں اونچی اور سخت آوازوں کو نرم کر کے آگے پہنچاتی ہیں۔

خواتین کا علم و عمل

اولاد کے حقوق میں کوتاہی

از حضرت تھانوی رحمہ اللہ

بعض عورتیں اولاد کے حقوق میں کوتاہی کرتی ہیں مثلاً بعض تو اپنے بچوں کو بددعا دیتی ہیں اور کبھی وہ بددعا لگ بھی جاتی ہے پھر سر پکڑ کر روتی ہیں اور بعض اولاد کے حقوق میں دینی کوتاہی کرتی ہیں کہ ان کو دین کی تعلیم نہیں دیتیں۔ نہ نماز روزے کی ترغیب دیتی ہیں چاہیے کہ اپنی اولاد کو نماز سکھلائیں اور نماز نہ پڑھنے پر تنبیہ اور تاکید کریں اور علم کی رغبت دلائیں۔ یہ تو قول کی تعلیم ہوئی مگر اس کے ساتھ فعل سے بھی تعلیم کریں تم خود بھی اپنی حالت کو درست کرو۔ والدین کے افعال دیکھ دیکھ کر بچہ وہی کام کرنے لگتا ہے جو ان کو کرتے دیکھتا ہے۔

ایک تجربہ کی بات ہے کہ اگر بچہ پیدا ہونے سے پہلے والدین اپنی حالت درست کرلیں تو بچہ نیک ہی پیدا ہوگا۔ بچہ کی پیدائش سے پہلے بھی جو افعال واحوال والدین پر گزرتے ہیں ان کا بھی اثر اس میں آتا ہے۔

چنانچہ ایک بزرگ کا بچہ بڑا شریر تھا کسی نے ان سے کہا کہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ آپ تو ایسے بزرگ اور آپ کا بچہ ایسا شریر فرمایا کہ ایک دن میں نے ایک امیر کے گھر کھانا کھا لیا تھا اس سے نفس میں ہیجان ہوا۔ اس وقت میں اس کی ماں کے پاس گیا اور حمل قرار پا گیا تو یہ بچہ اس مشتبہ غذا کا ثمرہ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حمل قرار پانے کے وقت والدین کی جو حالت ہوتی ہے، اچھی یا بری اس کا بھی اثر بچہ میں آتا ہے۔

بعض کتابوں میں ایک حکایت لکھی ہے کہ دو میاں بی بی نے آپس میں یہ صلاح کی کہ آؤ ہم دونوں سب گناہوں کی توبہ کرلیں اور آئندہ کوئی گناہ نہ کریں تاکہ بچہ نیک پیدا ہو۔ چنانچہ اس کا اہتمام کیا گیا' اسی حالت میں حمل قرار پایا اور بچہ پیدا ہوا تو وہ بہت صالح اور سعید پیدا ہوا۔ ایک روز اس بچہ نے کسی دوکان سے بیر چرایا۔ مرد نے بیوی سے کہا سچ بتلا یہ اثر کہاں سے آیا۔ اس نے بیان کیا کہ پڑوسی کے گھر میں جو بیری کا درخت کھڑا ہے' اس کی ایک شاخ ہمارے گھر میں ہے' اس میں ایک بیر لگ رہا تھا میں نے وہ توڑ لیا تھا۔ مرد نے کہا بس اس کا اثر ہے جو آج ظاہر ہوا۔

تمام مخلوق کو روزی دینے والا صرف اللہ ہی ہے

سمیع الحق صاحب
(سوات)

حضرت سلیمان علیہ السلام نے جن، انس، ہوا، آگ، پانی پر حکومت کی جب آپ کی حکومت بہت زیادہ وسیع ہوگئی اور جہان آپ کے زیرنگیں ہوگیا تو آپ نے عرض کیا یاالٰہی اگر آپ مجھے تمام مخلوقات کو ایک سال تک کھلانے کی اجازت فرمادیں (تو میری بڑی خوش قسمتی ہوگی) اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی سلیمان! یہ تیرے بس کی بات نہیں ہے: آپ نے عرض کیا خدایا ایک ہفتہ اللہ نے ارشاد فرمایا: یہ بھی تیرے بس کی بات نہیں۔ آپ نے کہا ایک روز: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تجھ سے یہ بھی نہیں ہوسکتا۔ آپ نے فرمایا خدایا ایک وقت کی اجازت تو ہوجانی ہی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی اجازت دے دی۔ پس حضرت سلیمان نے جن وانس سب کو حکم کیا کہ جس قدر بھی زمین پر گائے بکری وغیرہ ہوں اور جس حیوان سے جتنے بھی ماکول جانور ہوں مثلاً پرندے وغیرہ سب کو جمع کریں۔ چنانچہ جن وانس نے سب کچھ جمع کیا اور بڑی بڑی دیگیں تیار کی گئیں۔ پھر حیوانات کو ذبح کر کے پکایا گیا اور ہوا کو کھانے پر چلنے کا حکم دیا تا کہ کھانا خراب نہ ہو پھر کھانے کو جنگل میں چنا گیا تو اس دسترخوان کے طول وعرض کی مقدار ایک ماہ کی مسافت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی کہ بتا مخلوق میں سے کس سے شروع کرنا چاہتا ہے؟ آپ نے عرض کیا: دریائی جانوروں سے، سو اللہ نے بحرمحیط کی ایک مچھلی کو حکم دیا کہ وہ سلیمان کی ضیافت سے کھائے۔ مچھلی نے سر اٹھا کر کہا: سلیمان میں نے سنا ہے کہ تو نے ضیافت کا دروازہ کھولا ہے اور میری ضیافت کی ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا: لے اور کھانا شروع کر مچھلی آگے بڑھی اور دسترخوان کے ایک کنارے سے کھانا شروع کیا اور آن واحد میں سب چٹ کرگئی اور کہنے لگی: سلیمان اور کھلا اور مجھے سیر کر حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا سب کچھ تو کھا گئی ہے پھر بھی تیرا پیٹ نہیں بھرا مچھلی نے کہا: کیا مہمان کے لیے میزبان کا یہی جواب ہوتا ہے۔ واضح ہو کہ مجھے ہر روز اتنے اتنے تین لقمے ملتے ہیں اور آج میرے وظیفے کے نہ ملنے کا سبب تو ہے تو نے میری حق تلفی کی ہے۔ پس حضرت سلیمان علیہ السلام سربسجود ہوگئے اور فرمایا پاک ہے وہ ذات جو مخلوق کے رزق کی اس طرح متکفل ہے کہ قیاس سے بھی بالاتر ہے۔

(ماخوذ از نفحۃ العرب)

بچوں کا علم و عمل

مسکراتے اقوال

از طلباء
دینی مدرسہ پنجاب

(1) ہمسائے کا حق صرف یہی نہیں کہ اس کو ستائے نہیں۔ بلکہ ان کے ساتھ احسان کرنا بھی ضروری ہے۔ (ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

(2) جو عیب سے واقف کرے وہ دوست ہے۔ منہ پر تعریف کرنا گویا ذبح کرنا ہے۔

(3) اگر کوئی شخص اپنی زبان اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی مجھے ضمانت دے دے تو میں اس کے لیے جنت کی ضمانت لے لوں گا۔

(ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

(4) کم بولنا حکمت، کم کھانا صحت، کم سونا عبادت اور عوام سے کم ملنا عافیت ہے۔

(حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہا)

(5)

لینا چاہتے ہو	ماں باپ کی دُعائیں لو
دینا چاہتے ہو	خدا کی راہ میں دو
رونا چاہتے ہوں	اپنے اعمال پر روؤ
بیٹھنا چاہتے ہو	نیکوں کی صحبت میں بیٹھو
لڑنا چاہتے ہو	خدا کی راہ میں لڑو
ہنسنا چاہتے ہو	اپنی تقدیر پر ہنسو
بھاگنا چاہتے ہو	گناہ سے دور بھاگو
آنا چاہتے ہو	نیکی کی طرف آؤ
کچھ سیکھنا چاہتے ہو	اساتذہ کا احترام کرو
مانگنا چاہتے ہو	خدا سے مانگو
کچھ حاصل کرنا چاہتے ہو	محنت کرو
مرنا چاہتے ہو	شہادت کی موت مرو

(ماخوذ از مخزن اقوال)

کامیاب انسان

ہماری زندگی میں سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ خواہ ہم امیر ہوں یا غریب دونوں حالتوں میں ہم مادی اور ظاہری صورتوں کے غلام بن گئے ہیں۔ دولت ہے تو دولت کی نمائش ہوگی، ستائش (تعریف) کی خواہش ہوگی، اتراتے پھریں گے اور اس کو مزید بڑھانے کی تمنا ہر وقت دامن گیر رہے گی۔ (اور) اگر افلاس ہے تو ہر وقت یہ رونا رہتا ہے کہ ہم سے زیادہ کوئی مفلس نہیں ہے۔ صورتحال سے مغلوب ہو جانے والے انسان ہمیشہ ناکام ہی رہتے ہیں ''کامیاب انسان'' وہی ہوتا ہے جو دولت کی آفتوں اور افلاس کی نحوستوں سے ڈٹ کر مقابلہ کر سکے۔ (کشکول فخری ص ۳۵)

بچوں اور بچیوں کا علم و عمل

چیونٹی کی زبردست نصیحت

بیان کیا گیا ہے جب سلیمان علیہ السلام نے چیونٹی کا یہ قول سنا "لَا یَحْطِمَنَّکُمْ" پیس نہ ڈالے تم کو سلیمان اور اس کی فوجیں اور ان کو خبر بھی نہ ہو تو آپ نے فرمایا: اس کو میرے پاس لاؤ۔ خدام اس کو آپ کے پاس لائے آپ نے اس سے کہا: تو نے چیونٹیوں کو میرے ظلم سے کیوں ڈرایا۔ تو نہیں جانتی کہ میں نبی ہوں، عادل ہوں، پھر تو نے "لَا یَحْطِمَنَّکُمْ" کیوں کہا چیونٹی: آپ نے میرا قول "وَھُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ" نہیں سنا؟ "علاوہ ازیں حَطْم سے مراد حَطْم نفوس (جانوں کا کچلنا) نہیں بلکہ حطم قلوب (دلوں کا شکستہ کرنا ہے) یعنی چیونٹیوں کو ہوشیار کرنے کا میرا یہ مطلب ہی نہ تھا کہ سلیمان اور اس کے لشکر والے تمہاری جانوں کو ضائع کر دیں گے۔ میرا مطلب تو یہ تھا کہ مبادا تمہارے دلوں کو شکستہ کر دیں۔ کیونکہ مجھ کو یہ اندیشہ ہوا کہ جو کچھ مراتب عالیہ اور سلطنت عظیمہ خدا نے آپ کو دی ہے اس کو یہ تمام چیونٹیاں دیکھیں گی (اور اپنے آپ کو اس سے خالی پاویں گی)۔ تو لامحالہ خدا کی ان نعمتوں کی ناشکری کریں گی جوان پر ہیں ورنہ کم ازکم آپ کو اور آپ کے لشکر والوں کو دیکھ کر خدا کے ذکر اور تسبیح سے تو رک جاویں گے۔ آپ نے چیونٹی سے کہا مجھے نصیحت کر چیونٹی نے کہا: آپ کو معلوم ہے آپ کے والد کا نام داؤد کیوں رکھا گیا؟ آپ نے فرمایا نہیں، چیونٹی نے کہا اس لیے کہ انہوں نے اپنے قلب کے زخم کا علاج کیا ہے اور جانتے ہو کہ آپ کو سلیمان کے ساتھ کیوں موسوم کیا گیا؟ آپ نے فرمایا نہیں چیونٹی نے کہا: اس لیے کہ آپ سلیم الصدر اور سلیم القلب ہیں (گناہوں سے محفوظ) اور جانتے ہو اللہ نے آپ کے لیے ہوا کو کیوں مسخر کیا؟ آپ نے فرمایا نہیں: چیونٹی نے کہا اس سے یہ بتلانا ہے کہ دنیا ساری کی ساری ہوا (کی طرح) ہے۔ جس نے دنیا پر اعتماد کیا اس نے گویا ہوا پر اعتماد کرلیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی دنیا سے بے رغبت بنائے۔ آمین

از: غلام مرتضیٰ صاحب قصوری

(ماخوذ از تحفۃ الادب شرح نفحۃ العرب)

بچوں کا علم و عمل

بچپن میں کرامت

جناب محمد وقاص احمد صاحب
جوہانپل لاہور

مثنوی شریف کے نامور مصنف حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمہ اللہ کے حالات میں لکھا ہے کہ مولانا پانچ ہی سال کی عمر میں تھے کہ غیر معمولی باتیں و کرامتیں آپ سے ظہور میں آنے لگی تھیں۔ بعض خاص فرشتے اور جنات آپ کو نظر آجاتے تھے اور وہ اولیاء اللہ جو عام نظروں سے پوشیدہ ہیں مولانا سے ملاقات کرتے تھے۔ آپ کے والد مولانا بہاؤ الدین رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ بلخ میں رہتے ہوئے جب جلال الدین کی عمر چھ سال کی تھی ایک روز لڑکوں کے ساتھ مکان کے اوپر کھیل رہے تھے مکانوں کی چھتیں قریب قریب تھیں لڑکوں میں سے کسی نے کہا کہ آؤ سب مل کر ایک مکان سے دوسرے پر پھاند جائیں۔ جلال الدین کہنے لگے کہ واہ یہ کوئی آدمیوں کا کام ہے اس طرح تو کتا اور بلی بھی کود جاتے ہیں۔ آدمیوں کو یہ حرکت کرنی کیسے زیبا ہوسکتی ہے ہاں اگر بازو میں قوت ہے تو آسمان کی طرف اُڑیں یہ کہہ کر آپ لڑکوں کی نظر سے غائب ہو گئے۔ لڑکے یہ حال دیکھ کر شور مچانے لگے اور رونے' چلانے لگے۔ تھوڑی دیر میں مولانا پھر چھت پر نظر آنے لگے۔ چہرے کا رنگ بدلا ہوا تھا اور آنکھیں سرخ تھیں۔ لڑکوں نے بہت پوچھا تو کہنے لگے کہ جس وقت تم سے باتیں کر رہا تھا تو خدا تعالیٰ کی رحمت کے فرشتے یہاں موجود تھے وہ مجھے اُٹھا کر لے گئے اور آسمان کے تمام اطراف اور عجیب عجیب حالات کی سیر کرائی ابھی کچھ دیر اور ٹھہرتا کہ تمہارے رونے چلانے کی آواز نے بے قرار کر دیا اور میں نے آنا چاہا تو فرشتوں نے اُٹھا کر یہاں پہنچادیا۔

ایک مرتبہ مولانا حالت جذب میں تھے کچھ ہوش نہ تھا اور سماع کا شغل تھا۔ ایک درویش کو خیال ہوا کہ مولانا سے پوچھنا چاہیے کہ فقر کیا ہے؟ مولانا اس خطرے پر مطلع ہو گئے اور یہ رباعی پڑھ کر درویش کے سوال کا جواب دے دیا۔

الجوہر فقر و سوی الفقر عرض
الفقر شفاء وسوی الفقر مرض

العالم کلہٗ خداع و غرور
والفقر من العالم سرہٗ غرض

یعنی اصل اور کمال فقری ہے اور سب چیزیں بے ثبوت اور عارضی ہیں فقیری شفاء اور سب چیزیں مرض کی طرح ہیں۔ عالم کی تمام چیزیں صرف ظاہری نمائش اور دھوکے کی طرح ہیں مقصود عالم سے فقیری ہے"۔

مولانا اپنے زمانہ کے قطب الاقطاب اور اولیائے کرام میں سے تھے۔ کشف و کرامات آپ سے صدہا سرزد ہوئے ہیں۔ مثنوی شریف آپ کے کمال و اعجاز کا ایک بڑا نمونہ اور علمی کرامت ہے۔

(سوانح مولانا روم صفحہ ۱۵)

نماز کی فکر ہو تو ایسی

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں ہیں کہ دادی صاحبہ زوجہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب بانی دارالعلوم دیوبند اذان کی "حَيَّ عَلَى الصَّلٰوة (آؤ نماز کی طرف)" پر ہر کام چھوڑ کر اس طرح اٹھ جاتیں کہ گویا اس کام سے کبھی کوئی واسطہ ہی نہ تھا بالکل ہر چیز سے بیگانہ (بے پرواہ بن جاتیں)۔

سب بے نام و نشان ہونے والے ہیں

محمد سلیم متعلم جامعہ عبداللہ بن عمر لاہور

بادشاہ ہارون الرشید کے صاحبزادے نے اپنی موت کے وقت اپنے دوست ابو عامر بصری رحمہ اللہ کو دو شعروں میں وصیت کی تھی کہ اے ساتھی دنیا کی نعمتوں سے دھوکہ نہ کھانا عمر ایک دن ختم ہونے والی ہے اور نعمتیں تم سے ختم یا جدا ہونے والی ہیں اور جب تم کسی جنازے کو قبرستان لے جا رہے ہو تو یقین کر آج تم اٹھانے والے ہو کل تم اٹھائے جاؤ گے۔ نظیر اکبر آبادی کے دو شعر بھی عجیب عبرت ناک ہیں۔

کئی بار ہم نے یہ دیکھا کہ جن کا
مشین بدن تھا معطر کفن تھا
جو قبر کہیں ان کی اکھڑی تو دیکھا
نہ عضو بدن تھا نہ تار کفن تھا

کوئی فخر نہ کرے کہ میں ڈاکٹر ہوں، پروفیسر ہوں، انجینئر ہوں یا دولت مند ہوں سب بے نام و نشان ہو جائے گا بلکہ شکر کرو کہ خدا تعالیٰ نے ایسا بنایا۔ نعمت کا تقاضا ہے کہ آدمی شکر کرے اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین ثم آمین

(1) ۲ مئی ۲۰۰۴ء بمطابق ۱۱ ربیع الاول ۱۴۲۵ھ بروز اتوار بعد از نمازِ عصر بسلسلہ ماہانہ بیان مہتمم صاحب جامعہ ھذا کا بیان ہوا۔ موضوع تھا "سنت کی اہمیت" بعد ازاں درجہ کتب کے سہ ماہی امتحان کے نتائج کا اعلان کیا گیا اور اول دوم سوم آنے والے طلبہ کو انعام دیئے گئے۔

درجہ خامسہ : اوّل مبارک علی ۷۱۳/۸۰۰، دوم فیض اللہ ۷۰۸/۸۰۰

درجہ رابعہ : اوّل معظم علی ۸۲۶/۹۰۰، دوم عمران رشید ۷۴۴/۹۰۰

درجہ ثالثہ : اوّل محمد وسیم ۷۳۲/۸۰۰، دوم عبید الرحمٰن ۷۰۸/۸۰۰

درجہ ثانیہ : اوّل محمد منیر ۸۳۲/۹۰۰، دوم عبدالستار ۷۹۷/۹۰۰، سوم ثاقب علی ۷۹۰/۹۰۰

درجہ اولیٰ : اوّل محمد یوسف ۶۷۹/۷۰۰، دوم وقار احمد ۶۴۶/۷۰۰، سوم ندیم احمد ۶۲۸/۷۰۰

یہ بات ملحوظ رہے کہ جن درجات میں لڑکوں کی تعداد دس یا اس سے کم ہے ان میں سوم پوزیشن نہیں رکھی گئی۔ نیز ہر طالبعلم کے لیے اخلاقی کارکردگی کے سو نمبر اضافی رکھے گئے اور اخلاقی کارکردگی میں جن باتوں کو مدنظر رکھ کر نمبر لگائے گئے وہ یہ تھیں۔ تکبیر اولیٰ کی پابندی، سنتوں کا اہتمام، بڑوں کا چھوٹوں اور چھوٹوں کا بڑوں سے اختلاط نہ کرنا، احترام اساتذہ، حاضری واسباق نیز یہ کہ جامعہ کی ہدایات کی پابندی۔

اخلاقی کارکردگی

سو نمبر کے حامل طلباء: محمد یوسف، ندیم احمد، شہزاد حیدر، محمد سرور، عبدالستار۔

(2) ۲۸ اپریل ۲۰۰۴ء بمطابق ۷ ربیع الاول ۱۴۲۵ھ جامعہ اشرفیہ لاہور کے صدر مفتی حضرت مولانا مفتی محمد حمید اللہ جان صاحب مدظلہم اپنے صاحبزادے کی معیت میں مختصر وقت کے لیے جامعہ ہذا تشریف لائے نیز آپ نے عصر کی نماز پڑھائی اور پھر تقریباً بیس منٹ طلبہ سے خطاب فرمایا۔ (3) ۹ مئی ۲۰۰۴ء بمطابق ۱۸ ربیع الاول ۱۴۲۵ھ حضرت حاجی عبدالستار صاحب زید مجدہ خلیفہ مجاز حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب مہاجر مدنی رحمہ اللہ سکھر سے تشریف لائے۔ بعد از نمازِ عشاء آپ نے تقریباً ایک گھنٹہ بیان فرمایا بعد از بیان کے سنتوں کے عملی امتحان (جو ۱۲ ربیع الاول کو منعقد ہوا تھا) میں اول دوم سوم آنے والے طلباء نے آپ کے دستِ مبارک سے انعامات وصول کیے۔ اول شہزاد حیدر، دوم ندیم احمد، سوم محمد اسماعیل حسن۔ (4) درس گاہوں کی تیسری اور آخری منزل کا لینٹر بحمداللہ پڑ چکا ہے اور مسجد اشرف المساجد کے برآمدہ کے فرش پر رگڑائی کا کام بحمداللہ مکمل ہو چکا ہے۔ مسجد کی دیواروں پر ٹائلوں کا کام شروع ہے۔